جی چاہتا ہے نقشِ قدم چومتے چلیں

علی جاہ عزت بیگوویچ

خان یاسر

امی، ابّی اور دادا کے نام

جن سے میں نے سیکھا کہ
عظیم شخصیات
آسمان سے نہیں اترتیں
بلکہ
زمین پر پیدا ہوتی ہیں،
زمین سے وابستہ ہوتی ہیں؛
اور یہ کہ
ہر بچہ
اگر 'چاہے'
تو 'بڑا' آدمی بن سکتا ہے...

یہ نور خدا کا ہے بجھائے نہ بجھے گا
کچھ دم ہے اگر تجھ میں تو آ، تو بھی بجھا دیکھ
ہے سنت ارباب وفا صبر و توکل
چھوٹے نہ کہیں ہاتھ سے دامان خدا دیکھ

”اگر ہم دنیا میں اپنے مقام کو صحیح طور پر سمجھنا چاہتے ہیں تو اس کا ایک ہی راستہ ہے کہ خدا کی اطاعت اختیار کر لیں اور اس طرح امن و سلامتی کے حصار میں آجائیں۔ ہماری جدوجہد کا یہ رخ نہیں ہونا چاہیے کہ ہم ہر چیز پر قابو پالیں گے، بلکہ یہ کوشش ہونی چاہیے کہ ہم اپنی پیدائش، اپنے حالات اور اپنے دور کو سمجھیں اور اس وقت اور اس زمانے کو سمجھیں جس میں ہم خدا کی رضا سے زندگی گزار رہے ہیں۔ زندگی کی نارسائیوں کا ایک ہی بہترین اور صحیح حل ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا کی کامل اطاعت قبول کر لی جائے۔ یہ ایک ایسا راستہ ہے جس میں بغاوت، ناامیدی اور خودکشی نہیں ہے۔ یہ ایک مثالی جذبہ ہے، یہ ایک ہیرو کا نہیں، بلکہ ایک عام فرد کا ہے جس نے اپنا فرض سرانجام دیا ہے اور اپنی قسمت کو بھی تسلیم کر لیا ہے۔ اسلام کا نام اس کے قوانین، ممنوعات اور احکامات سے اخذ نہیں کیا گیا ہے نہ ہی جسم و روح کی قوتوں سے یہ اخذ کیا گیا ہے، بلکہ اسلام تو ان تمام امور کا احاطہ کرتا ہے اور ان سب سے بلند ہے۔ ادراک اور روح کی طاقت سے خدا کی اطاعت کی سچائی سے یہ ایمان تشکیل پاتا ہے۔

خدا کی اطاعت، اسی چیز کا نام اسلام ہے۔[۴۲]“

(علی عزت بیگووچ)

علی عزت بیگووچ

پیدائش اور بچپن: علی جاہ عزت بیگووچ 8 اگست 1925 کو بوسانسکی ساماک، شمالی بوسنیا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم سراجیو میں حاصل کی۔ بچپن سے ہی کافی ذہین اور مسائل پر سوچنے والے ذہن کے حامل تھے۔ قائدانہ صلاحیتیں تو کوٹ کوٹ کر بھری تھیں۔ انھوں نے مغربی تہذیب اور نظریات خصوصاً کمیونزم کا غائر مطالعہ کیا تھا۔ ان نظریات پر کھل کر تنقید کرنے کے جرم میں انھیں دو مرتبہ جیل کی ہوا بھی کھانی پڑی۔ ابھی وہ 19 برس کے ہی تھے کہ نوجوانوں کی ایک تنظیم قائم کی تاکہ مغرب کی فکری، علمی اور عسکری یلغار کا منہ توڑ جواب دیا جائے۔ اپنے خیالات کی اشاعت کے لیے آپ نے ایک اخبار کا اجراء بھی کیا۔

1942 میں دیہی اقتصادیات سے گریجویشن مکمل کر کے انہوں نے قانون کی طرف توجہ دی اور 1956 میں قانون کی ڈگری حاصل کی۔ علی عزت ایک ہمہ گیر شخصیت کے حامل تھے۔ باوجود اس کے کہ شروع سے ہی وہ سیاسی سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے انھوں نے کبھی تعلیم سے غفلت نہیں برتی۔ ان کی تعلیمی لیاقت اور شوق کے اظہار کے لیے یہی کیا کم ہے کہ انہوں نے متعدد مضامین میں ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔

قلم کی دھار: علی عزت کے سیاسی کریئر کا آغاز یوگوسلاویہ کے کمیونسٹ نظام حکومت پر تنقید اور اسلام کو بہترین متبادل کے طور پر پیش کرنے سے ہوا۔ ان کی اکثر کتابوں کی بلند پائیگی سے مسحور ہونے کے باوجود جب دلائل ہضم نہیں ہوئے تو ان پر پابندی لگا دی گئی۔ 1983 میں ان پر الزام لگا کہ وہ مرکزی حکومت کے خلاف سازش کر کے ایک علاحدہ ریاست کا قیام چاہتے ہیں اور اس بات کے ثبوت میں ان کی کتاب اسلامی منشور کو پیش کیا گیا۔ 14 سال قید کی سزا بھی ان کے عزائم کو ٹھنڈا نہ کر سکی اور دورانِ اسیری میں ہی ویانا سے شائع ہونے والی ان کی دوسری کتاب اسلام اور مشرق و مغرب

کی تہذیبی کشمکش نے مغرب میں کہرام مچادیا۔

میدانوں سے وابستہ: علی عزت بیک وقت ایک سیاسی مدبر، جنگی کمانڈر اور مکمل قوم کے لیڈر تھے۔ یوگوسلاویہ کی ٹوٹ پھوٹ کے بعد 29 فروری 1992 کے ریفرنڈم میں بوسنیائی عوام نے بوسنیا کی آزادی کا فیصلہ کیا، لیکن سربوں کو یہ فیصلہ پسند نہ آیا۔ اس کے بعد ایک خونچکاں تاریخ رقم ہوئی جس کے بیان سے زبان عاجز اور قلم قاصر ہے۔ مجموعی طور پر دو لاکھ ساٹھ ہزار افراد مارے گئے، ڈھائی ملین بے گھر ہو گئے اور کئی لاکھ بوسنیائی مسلمان اذیت کے کیمپوں میں سسکتے رہے، 50 ہزار سے زیادہ آبروریزیاں ہوئیں لیکن عالمی برادری کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ اس مایوسانہ ماحول میں قائد علی عزت نے قوم کے حوصلوں کو ٹوٹنے سے بچایا، جب مغربی طاقتوں نے ہاتھ کھڑے کر لیے تو ان سے امن کی بھیک مانگنے کے بجائے علی عزت نے اس نسل کشی کے خلاف خود بوسنیائی اور دیگر اسلامی ممالک سے آنے والے مجاہدین کی صف بندی کی اور سربوں کو اس نسل کشی کا دندان شکن جواب دیا۔ جب مجاہدین نے کئی میدانوں میں کامیابی کے جھنڈے گاڑ دیے تب عالمی برادری کے کان کھڑے ہوئے اور ڈیٹن کا معاہدہ کر لیا گیا۔ کمیونسٹ دور کے خاتمے کے بعد بوسنیائی عوام کی زبردست حمایت سے وہ آزاد مملکت بوسنیا کے صدر بنائے گئے۔ مگر اسلام پر عمل پیرا ایک اسلامی حکومت کو آخر مغرب ٹھنڈے پیٹوں کیسے گوارا کر لیتا؟ لہٰذا بین الاقوامی دباؤ کے مدنظر علی عزت نے ان معاہدات پر بادل ناخواستہ دستخط کر دیے جن کے رو سے بوسنیا کو دس حصوں میں بانٹ کر 4 مسلمانوں کے حوالے کیے گئے اور ایک سراجیو کو کھلا شہر قرار دیا گیا۔ پھر بھی سربوں کو معاہدے کی میز پر لا بٹھانا بھی علی عزت کا اہم کارنامہ ہے لیکن اس ظالمانہ اور یک طرفہ معاہدے پر دستخط کرنے کا علی عزت کو زندگی بھر ملال رہا اور اسی لیے انھوں نے جون 2000 میں بحیثیت صدر مملکتِ بوسنیا، استعفیٰ دے دیا۔

دمِ واپسیں: ایک عرصے سے عارضہ قلب میں مبتلا علی عزت نے 19 اکتوبر 2003 کو سراجیو کے مرکزی اسپتال میں چین سے دو رکعت نماز پڑھ لینے کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا اور عالم اسلام میں صف ماتم بچھ گئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس سیف و قلم کے دھنی قائد اور جفاکش مجاہد کو اجرِ عظیم سے نوازے اور ان کی وفات سے نہ صرف بوسنیا بلکہ عالم اسلام میں جو خلا پیدا ہوا ہے اسے ایک بہتر نعم البدل سے پر کر دے۔ آمین!